اسلام کا اقتصادی نظام انسان کے بنائے ہوئے تمام نظاموں سے بہتر، ارفع، اعلیٰ اور احسن ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍جون ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ خدا تعالیٰ ساری قوتوں اور استعدادوں کا بخشنے والا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہر عیب، نقص اور کوتاہی سے پاک ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا رنگ اپنے اخلاق پر چڑھاؤ۔

☆ اُمہات الصفات ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں ظاہر کرنی چاہئیں۔

☆ اسلام کا اقتصادی نظام غیر کی غلامی سے چھڑوانے والا ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

میں پچھلے خطبات سے دوستوں کے سامنے یہ مضمون بیان کر رہا ہوں کہ اسلام کا اقتصادی نظام کیا اور کیسا ہے؟ اور میں نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ہمیں وضاحت سے تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ انسان کی پیدائش کی غرض صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے واحد و یگانہ کی پرستش و عبادت کرے اور قرآن کریم کی ایک آیت (الذّٰریٰت:۵۷) میں اس مقصد کی طرف اس بنیادی تعلیم کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ‘‘ (البينة:٦) کہ عبادت جو ہے وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے ہونی چاہیئے۔

میں نے بتایا تھا کہ دین کے گیارہ لغوی معانی اس جگہ چسپاں ہوتے ہیں اس سلسلہ مضمون کے تین خطبات الفضل میں چھپ چکے ہیں ان میں نو معانی کے متعلق ابتدائی مضمون آچکا ہے اور اس تمہید کے بعد جس کا بنیادی تعلیم سے تعلق ہے میں نے قرآن کریم کی ایک آیت جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے حضور کی بیان فرمودہ تفصیل کو اپنے الفاظ میں بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے مضبوط اور پختہ دلائل کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اسلام جو اقتصادی نظام دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے وہ انسان کے بنائے ہوئے ہر قسم کے اقتصادی نظام کی نسبت بہتر اور ارفع اور اعلیٰ اور احسن ہے۔اس کے بعد عبادت کے ان گیارہ تقاضوں کو اسلام کا اقتصادی نظام کس طرح اور کیسے پورا کرتا ہے۔مضمون کے اس حصہ کے متعلق اس وقت میں بیان کر رہا ہوں۔

ایک خطبہ اس پر پہلے ہو چکا ہے۔آج میں عبادت کے تیسرے تقاضے کو لیتا ہوں۔عبادت کا تیسرا تقاضا جو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دین کے معنی سیرت اور خلق کے بھی ہوتے ہیں۔’’ الدِّيْنَ‘‘ ’’ السِّيْرَةُ ‘‘ یعنی سیرت کو عربی زبان میں دین بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم

دیا ہے کہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا رنگ پیدا ہونا چاہیئے۔ اگر تمہارے اخلاق اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا رنگ اپنے اوپر نہیں رکھتے تو تم عبادت کے تقاضا کو پورا نہیں کر سکتے اور زندگی کے ہر شعبہ میں جو یہ مقصد تھا کہ حقیقی توحید کو قائم کیا جائے اس مقصد کو تم حاصل نہیں کر سکتے۔

اس موقعہ پر میں ایک اور بات ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں جس کے ایک حصہ کا تو آج کے مضمون کے ساتھ براہ راست تعلق ہے یعنی جو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یَا فَنَا فِیْ اَخْلَاقِ اللّٰہِ “ کا فقرہ ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن اس کے جو دوسرے حصے ہیں ان کا تعلق بھی ان گیارہ تقاضوں کے ساتھ ہے۔ نیز جس رنگ میں وہ اسلام کے اقتصادی نظام میں جلوہ گر ہیں ان کے ساتھ ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ ان عالمین یا اس Universe یا جو بھی مخلوق ہے خواہ وہ ہمارے علم میں ہو یا نہ ہو یا ہمارا تخیل اور تصور وہاں تک پہنچ سکے یا نہ پہنچ سکے بہر حال جو بھی مخلوق ہے جو چیز بھی موجود ہے ساری کی ساری اس بنیاد پر قائم، موجود اور زندہ ہے کہ خدائے واحد سب کا پیدا کرنے والا اور ساری قوتوں اور استعدادوں کا بخشنے والا ہے یعنی توحیدِ حقیقی اور توحید خالص ایک خالص حقیقت ہے باقی سارے حقائق نسبتی ہیں مگر یہ ایک زندہ اور ہمیشہ رہنے والی اور پختہ بات ہے اس میں کوئی شبہ نہیں، کوئی تبدیلی نہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں ہوسکتا دنیا کی حیات اور بقا اس حقیقت پر قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ کامل ہے اس میں کوئی نقص نہیں۔

یہ توحید ہمیں دنیا میں مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جہاں تک انسانی زندگی کا تعلق ہے توحید خالص کے چھ جلوے ہمیں نظر آتے ہیں۔ آپ کا یہ بیان کردہ مضمون الحکم میں چھپا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ توحید پہلے دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے۔ ایک کو تو ہم توحیدِ علمی کہتے ہیں اور دوسری کو ہم توحیدِ عملی کہتے ہیں۔ پھر ہر دو قسم کی توحید ایسی ہے جس کا تعلق ایک تو حقوق اللہ سے ہے دوسرے حقوقِ نفس سے ہے اور تیسرے حقوق العباد سے ہے۔ پس دونوں قسم کی توحید کے چھ جلوے ہمیں نظر آتے ہیں علمی توحید کے معنے یہ ہیں کہ وہ حقیقی توحید جو علم سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی صفات بیان کیں اپنی وحدت کے، اپنے احد ہونے کے دلائل دیئے اور آسمانی نشانوں سے بھی ثابت کیا کہ میں ہی اکیلا سب قدرتوں کا مالک اور سب فیوض کا سرچشمہ اور سب انوار کا مرکزی نقطہ ہوں۔

بہر حال علمی توحید وہ ہے جو علم سے حاصل کی جاتی ہے اور عملی توحید وہ ہے جو عمل سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان کردہ مضمون اپنے الفاظ میں بیان کروں گا۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ اور اس کے حقوق کا تعلق ہے توحید علمی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حقوق کو شناخت کیا جائے۔ ان کا عرفان اور معرفت حاصل کی جائے یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور اسے مبدء ہر ایک فیض کا اور جامع تمام خوبیوں کا اور مرجع و مآب ہر ایک چیز کا سمجھنا اور اسے ہر عیب اور نقص اور کوتاہی سے پاک جاننا۔ کیونکہ وہ تمام صفات کاملہ کا جامع ہے اور معبود حقیقتاً وہی ہے وہی اس بات کا سزاوار ہے کہ انسان کا معبود بنے۔ پس جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات کا سوال ہے توحید علمی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت کو حاصل کیا جائے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی میں توحید عملی یہ ہے کہ اس کی اطاعت اخلاص سے بجالانا اور اطاعت میں کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرانا مثلاً جب بھی یہ سوال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے اور سرمایہ داری یہ کہتی ہے تو اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہو سرمایہ داری کی نہ ہو یا مثلاً یہ سوال ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے اور باپ یہ کہتا ہے احکام میں تضاد پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بات ماننی ہے باپ کی بات نہیں ماننی یا مثلاً یہ سوال ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے اور ایک شخص جس کا کسی فرد پر بڑا ہی احسان ہے وہ دنیوی محسن یہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بات ماننی ہے اس کی بات نہیں ماننی۔ کیونکہ سب سے بڑا محسن جو ہم اپنے ذہن میں اور تخیل میں لا سکتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بیشک یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ مثلاً وہ ایک یتیم بچہ تھا اس محسن شخص نے اسے پالا اس کو ذہین پایا اور اس کی تعلیم پر خرچ کیا، اس کی تربیت کا خیال رکھا، اس کو گندے ماحول سے بچایا، اس کی نیک ماحول میں پرورش کی۔ ہر وقت نیکی کی باتیں، ترقی کرنے کی باتیں اور ترقی کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی باتیں اس کے دل میں ڈالیں۔ پھر اگر وہ پاکستان کا رہنے والا ہے تو اس نے پوسٹ گریجوایٹ کے بعد اس کو انگلستان بھیجا پھر وہ مشہور سائنسدانوں سے بھی آگے نکل گیا۔ یہ سارا خرچ اس شخص نے برداشت کیا پھر وہ واپس آیا اس شخص کی ایک ہی لڑکی تھی اس نے اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی اس طرح اسے اپنی ساری جائیداد کا مالک بنا دیا کتنا بڑا احسان اس محسن نے اس پر کیا لیکن اگر اس محسن کا قول یا حکم یا اس کی خواہش اور مرضی اللہ تعالیٰ کے حکم یا اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا کے خلاف ہو تو توحید عملی یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس دنیوی محسن کی بات نہ

مانی جائے۔اللہ تعالیٰ کی بات مانی جائے کیونکہ اس محسن کو جو کچھ بھی قدرت ملی، جو مال ملا، جو نیک نفسی ملی، جو دل کی پاکیزگی ملی، جو ہمدردی ملی، محبت اور اخوت کا جو جذبہ ملا وہ سب خدا کی طرف سے ملا۔پس اصل فیض کا منبع یہ محسن نہیں ہے بلکہ وہ ذات ہے جس نے اس دنیوی محسن کو وہ سامان دیئے کہ جن سے وہ احسان کرسکتا تھا اور پھر اسے احسان کرنے کی توفیق دی۔اقتصادیات میں بھی یہ سوال پیدا ہوگا جس کا توحید عملی فی حقوق اللہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے کہ اقتصادی نظام کے قیام میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بات ماننی ہے یا غیر اللہ کی بات بھی کبھی مان لینی ہے اسلام یہ کہتا ہے کہ اقتصادی نظام میں بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی اطاعت نہیں کرنی کسی اور کی بات نہیں ماننی۔مثلاً Hippes ہیں۔انگلستان میں ان کا بڑا زور ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چرس اور دوسری قسم کے نشے مہیا ہونے چاہئیں اور ان کا وہاں بڑا اثر ورسوخ بھی ہے بڑے بڑے عہدے دار بھی ان کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ان کیلئے چرس مہیا کی جائے حالانکہ یہ ایک بڑی خطرناک چیز ہے لیکن انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک میں بڑی کثرت سے اس کی عادت پڑ گئی ہے یہ ایک اقتصادی مسئلہ بھی ہے آیا یہ چیز پیدا کرنی ہے یا نہیں اور اگر تقسیم کرنی ہے تو کس طرح اسی طرح اس کی قیمتوں وغیرہ سے متعلق بیسیوں سوالات ہیں جو نظام اقتصادیات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ اقتصادی نظام اس مطالبہ کو رد کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے عبادت کے دوسرے تقاضے میں فرمایا تھا کہ اقتصادیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی بات ماننی ہے کسی اکثریت یا کسی موثر اقلیت کی بات نہیں ماننی پچھلے خطبہ میں میں نے بین الاقوامی قرضوں کا ذکر کیا تھا آج میں نے دوسری مثال بیان کر دی ہے۔

غرض توحید عملی کا جہاں تک حقوق اللہ کے ساتھ تعلق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اخلاص سے کرنی ہے۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی غیر کو شریک نہیں کرنا یہ نہیں ہوسکتا کہ بعض باتوں میں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی اور بعض باتوں میں کسی غیر اللہ کی اطاعت کر لی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ٹھکرا دیا ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مبدء فیوض ہے اس لئے اپنی بہبود کے لئے، اپنی ترقی کے لئے، اپنی خوشحالی کے لئے، اپنی تکالیف کو دور کرانے کے لئے اس سے دعا مانگیں۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو اس قابل ہی نہ سمجھیں کہ وہ ان ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی کے بغیر یا اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف پورا کرسکتا

ہے اس واسطے ہر وقت اس پر نظر رکھنا اور اس کی محبت میں کھوئے رہنا یہ حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والی توحید عملی ہے۔

پھر نفس کا حق ہے توحید علمی جو حقوق نفس سے تعلق رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو پہچاننا۔ جس طرح توحید علمی اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھنے والی یہ تھی کہ اس کی ذات اور صفات کی معرفت اور عرفان کو حاصل کرنا۔ توحید علمی حقوق نفس سے تعلق رکھنے والی یہ ہے کہ اپنے نفس کے حقوق کو پہچاننا اور جو نفس کی آفات ہیں اور جو نفس امّارہ کے رذائل ہیں ان سے ہر وقت مطلع اور چوکس رہنا کہ کہیں ان کی وجہ سے ہلاکت کے سامان نہ پیدا ہو جائیں کیونکہ یہ جو نفس کی کمزوریاں نفس کی آفات، نفس امارہ کی بد خصلتیں ہیں اور نفس کی جو بیماریاں ہیں ان کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اس کی توحید سے دور چلا جاتا ہے اور توحید کے تقاضے پورا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اب جو نفس کی بیماریاں ہیں ان میں ہمیں نظر آتا ہے کہ عجب ہے، ریا ہے، تکبر ہے، کینہ ہے، حسد ہے، غرور ہے، حرص ہے، بخل ہے، غفلت ہے اور ظلم ہے بہت سارے اخلاق رذیلہ ہیں۔ پس انسان کو ان کا علم ہونا چاہئے اور اس کے Conscious Mind میں ہر وقت یہ رہنا چاہئے کہ میرا نفس بڑا کمزور ہے میرے نفس میں جو قسما قسم کی بدخواہشات پیدا ہوتی ہیں میں نے ان کی طرف نہیں دیکھنا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہر وقت نگاہ رکھنی ہے یہ توحید علمی حق نفس سے تعلق رکھتی ہے۔ جب انسان کو یہ علم حاصل ہو جائے کہ میرے نفس میں کیا کیا کمزوریاں ہیں اور میرا نفس مجھے کن ہلاکتوں کی طرف لے جاتا ہے اور ان سے بچنے کا کیا سامان ہے تو اس سے ایک ہی ذات کی عظمت ثابت ہوتی ہے جس میں کوئی عیب نہیں اور جو اپنی ذات میں واحد و یگانہ ہے ہر آدمی جب اپنے نفس کو ٹٹولے اور اس کا مطالعہ کرے اور اس کی آفات اور کمزوریوں سے آگاہ ہو تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ دنیا میں ہر مخلوق عیوب سے پُر اور نقائص سے بھری ہوئی ہے ایک ہی ذات بے عیب ہے اور تمام عیوب سے منزہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ توحید علمی ہے یعنی اپنے نفس کے علم نے ہمیں بتایا کہ خدا تعالیٰ واحد و یگانہ ہے، اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی کیونکہ ہم نے گردن کو جھکایا، پھر دل اور سینہ پر نگاہ ڈالی، جس میں ہزار کیڑے نظر آئے، ہزار نقائص نظر آئے ان برائیوں نے ان کمزوریوں نے، ان نقائص نے، ان عیوب نے جھنجھوڑ کر اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تمام عیوب سے پاک خدائے واحد و یگانہ ہی کی ذات ہے۔

ہمیں توحید علمی سے جہاں تک حق نفس کا تعلق تھا اقتصادیات کے میدان میں یہ پتہ لگا کہ اگر ہم حرص سے کام لیں گے، اگر ہم بخل سے کام لیں گے اگر ہم ظلم سے کام لیں گے تو وہ نظام قائم نہیں ہو سکے گا جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ بخل اور حرص سے ہم کام لیں گے تو جو غیر کا حق ہے وہ اس کو دینے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

میں نے پہلے بتایا تھا کہ یہ جو ہر قسم کا تفاوت انسانوں میں پایا جاتا ہے جس میں دولت کا تفاوت بھی ہے یہ اس لئے نہیں کہ دولت مند خدا تعالیٰ کی نگاہ میں معزز ہے اور کریم ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ اس کے ذریعہ سے اس کا امتحان لینا چاہتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو ایک کروڑ روپیہ دیا اور اسے کہا کہ تیرا اس میں حصہ صرف دو لاکھ ہے باقی ۹۸ لاکھ جن کا حصہ ہے ان تک پہنچا دو اس کی تفصیل انشاء اللہ بعد میں زیر بحث آئے گی۔

پس اگر بخل اور حرص ہے تو جو مال بطور امتحان کے خدا تعالیٰ نے اسے دیا ہے وہ حقدار کو نہ دے گا بلکہ دوسرے کا حق چھیننے کی کوشش کرے گا کہ میرے پاس ہی آجائے پھر ظلم کرے گا نفس کی حرص اور بخل اور ظلم ہی کی آفت تھی کہ قرآن کریم نے کہا کہ تولتے وقت صحیح تولا کرو۔

بخل، حرص اور ظلم کی یہ تثلیث بھی بڑی ظالم بنتی ہے کہ جو کہتی ہے کہ دیتے وقت کم تول، لیتے وقت زیادہ تول پھر قرآن کریم نے کہا ہے کہ جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کا مال لے لیتے ہو یہ باطل ہے قرآن کریم نے باطل کا لفظ حق کے مقابل پر استعمال کیا ہے۔

پس جو حق خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس کو یہ حرص اور بخل اور ظلم توڑنے والا ہے اور یہ نفس کی کمزوریاں اقتصادی خرابیوں کا موجب بنتی ہیں۔ غرض انسان کو یہ پتہ لگنا چاہئے اور اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نفس میں بڑی کمزوریاں ہیں مثلاً بخل ہے، حرص ہے اور ظلم ہے، دوسرے ہزار قسم کے اخلاق رذیلہ ہیں جو نفس میں پائے جاتے ہیں جن سے مغلوب نہیں ہونا، شکست نہیں کھانی، اس توحید علمی سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور ہر نفس یہی نتیجہ نکالے گا کہ ہر عیب سے پاک اور ہر کامل صفت سے متصف اللہ ہی کی ذات ہے۔

جہاں تک توحید علمی کا حق نفس کے ساتھ تعلق ہے وہ یہ ہے کہ انسان عزم کرے کہ ان اخلاق رذیلہ کا میں نے بالکل قلع قمع کر دینا ہے اور ان کو کاٹ کر رکھ دینا ہے یعنی بجائے اس کے کہ نفس امّارہ انسان پر غالب ہو وہ نفس امارہ اور اس کی ساری خواہشات کو ملیا میٹ کر دے اور ان پر وہ کاری ضرب لگائے کہ

ان کا خطرہ ہی باقی نہ رہے۔ پس عملاً نفس امارہ کی برائیوں اور کمزوریوں پر غالب آ جانا یہ توحید عملی ہے اور اس کے ساتھ پھر یہ بھی کہ تمام رذائل سے خود کو محفوظ کر لینے کے بعد تمام صفات حسنہ اور اچھے اخلاق اور فضائل کا زیور پہن لینا اور صفات حسنہ سے متصف ہو جانا یہ توحید عملی حق نفس سے تعلق رکھنے والی ہے اور ایک موحد کی اس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ اپنے دل کو غیر اللہ کے دخل سے بالکل خالی کر لے اور اس طرح پر توحیدِ عملی حق نفس میں ثابت ہو جاتی ہے کہ نفس کی ہر وہ کمزوری جو غیر اللہ کی طرف جانے والی ہے اس سے انسان بچ جاتا اور اس پر غالب آ جاتا ہے اور دل غیر اللہ سے خالی ہو جاتا ہے اور دل اللہ کے اخلاق اور اللہ تعالیٰ کے انوار سے بھر جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں نفس کو فنا فی اللہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ صوفیاء کی ایک اصطلاح ہے جس کے یہی معنے ہیں کہ نفس امارہ کی تمام برائیوں سے بچ کر نفس مطمئنہ جن اخلاقِ فاضلہ کے نتیجہ میں اطمینان حاصل کرتا ہے انسان کا اخلاق حسنہ کے اس زیور سے آراستہ ہو جانا یہ فنا فی اللہ کا مقام ہے کیونکہ غیر پھر بیچ میں نہیں رہتا۔

پانچویں قسم کی توحید علمی حقوق العباد سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو اپنے جیسا کمزور اور لاشے محض سمجھنا سارے بندوں کا ایک دوسرے پر حق ہے کہ ہر شخص اس یقین پر قائم ہو کہ جس طرح میں عاجز بندے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں لاشے محض ہوں ہر دوسرا انسان بھی ویسے ہی لاشے محض ہے پھر وہ کشکول لے کر دوسرے کے پاس نہیں جائے گا وہ تہجد کے وقت اٹھ کر اپنے خدا سے مانگے گا گویا تمام بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ کی مخلوق اور بندہ سمجھنا اور بالکل ہیچ اور نیست جاننا اور دوسرے یہ کہ اس بات پر قائم ہونا کہ جو حقوق اللہ تعالیٰ نے قائم کئے ہیں وہ توفیق باری کے بغیر محض اپنے زور سے ادا ہو نہیں سکتے ایک طرف یہ کہ اپنے زور سے انسان اپنا یا کسی اور کا حق قائم نہیں کر سکتا دوسری طرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کا جو حق قائم کیا ہے وہ اسے ملنا چاہئے یہ حقوق العباد سے تعلق رکھنے والی توحید علمی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ربّ ہے اس نے ساری قوتوں کو پیدا کیا ہے۔ ہندوؤں کی طرح یہ نہیں کہ روح بھی اللہ تعالیٰ کی طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور مادی ذرّات بھی اور ان کے خواص بھی خدا تعالیٰ کی مخلوق نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ اللہ ربّ ہے اور اس نے اس تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اسی نے طاقتیں اور استعدادیں پیدا کیں اور حقوق قائم کئے ہیں ایک یہ کہ دوسرے

کو بھی اپنے جیسا لاشے محض سمجھنا اور دوسرے یہ کہ ہر شخص کا جو حق ربّ العٰلمین نے قائم کیا ہے اسے سمجھنا اس کا علم رکھنا۔

اس توحید علمی سے جو حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہے عظمت ایک ہی ذات کی ثابت ہوتی ہے وَعَزَّ اِسْمُهٗ وَجَلَّ شَانُهٗ اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف وہی ہے جو اپنی ذات میں کامل ہے کیونکہ دوسرے کامل نہیں اس لئے کہ ان کے بعض حقوق انہیں کوئی دوسرا دے رہا ہے اگر وہ کامل ہوتے تو وہ اپنا ہر ایک حق خود لے رہے ہوتے لیکن یہاں تو یہ نظر آتا ہے کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جو یہ کہے کہ میں اپنا حق اپنے زور سے لے رہا ہوں اس کو تو ایک عام جواب ہمارا بچہ بھی یہ دے دے گا کہ کیا تم نے اپنی ماں کا دودھ اپنے زور سے حاصل کیا تھا؟ کوئی بھی شخص جس میں ذرا بھی عقل ہو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اپنی ماں کا دودھ اپنے زور بازو سے حاصل کیا تھا وہ تو عاجز تھا اگر ماں اس کے حق کو تسلیم نہ کرتی تو اس کو یہ حق نہ ملتا بعض مائیں بعض نادان ڈاکٹروں کے مشورہ سے بچوں کو ان کے اس حق سے محروم کرتی رہی ہیں اب پھر ان کو عقل آ رہی ہے اور وہ سمجھنے لگی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حق سے بچے کو محروم کرنا ظلم ہے بچہ پر بھی اور اپنے نفس پر بھی اور اس طرح یہ ثابت کر دیا کہ بچے کو اس کا حق ماں کی مامتا نہیں دیتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا رحم دے رہا ہے، اس کی ربوبیت دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اب کچھ عقل دے دی ہے اور اکثر ڈاکٹر پھر اس طرف آ رہے ہیں کہ اگر ماں بچے کو دودھ نہ پلائے تو اس کی صحت پر بہت برا اثر پڑے گا کیونکہ قدرت نے ایسا نظام قائم کیا ہے کہ اگر ماں بچے کو دودھ پلائے تو وہ بہت ساری بیماریوں سے بچ جاتی ہے۔

پس توحید علمی سے انسان یہ معرفت حاصل کرتا ہے کہ عظمت ایک ہی ذات کی ہے اور ہر دوسرا انسان میرے جیسا عاجز انسان اور بے مایہ انسان اور ہر قسم کی قوت اور اہلیت سے خالی انسان ہے جس کو جتنی بھی طاقت ملی ہے وہ اس خدائے عظیم اور ربّ رحمٰن کی طرف سے ملی ہے جس نے ان تمام جہانوں کو پیدا کیا ہے۔

توحید عملی حقوق العباد سے تعلق رکھنے والی یہ ہے کہ حقیقی نیکی بجا لانا یعنی دوسروں سے جو تعلقات ہیں وہ اسی اصول پر قائم ہونے چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق قائم کیا ہے وہ ادا ہو (پہلے یہ تھا کہ حق ادا ہونے چاہئیں) اب یہ ہے کہ حق ادا ہوں صرف یہ نہ ہو کہ ہونے تو چاہئیں۔ بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے

ہیں (آپ کو بھی اپنی زندگی میں تجربہ ہوا ہوگا) بہت سی مشکلات ہیں نا یا یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے’’۔ سچی صحیح گل پر دیکھو نا بڑی مجبوریاں ہو جاندیاں نیں‘‘ (بعض مجبوریاں بھی ہوتی ہیں) ان مجبوریوں سے قتل بھی ہو جاتے ہیں، چوریاں بھی ہو جاتی ہیں، ڈاکے بھی پڑ جاتے ہیں اور حق تو وہ مان رہا ہوتا ہے۔

پس توحید علمی یہ تھی کہ حقوق ادا ہونے چاہئیں توحید عملی یہ ہے کہ حقوق ادا ہونے شروع ہو جائیں۔ یہ دیکھ کر کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے انسانوں کے مجھ پر حقوق عاید کئے ہیں وہ ان حقوق اور ذمہ داریوں کو بجا لائے اور اصلح طریق سے بجالائے یعنی اس کے نتیجہ میں دوسرے کی قوتوں کی بہترین نشوونما ہو سکے اور موحد کی ان حقوق کے ادا کرنے میں یہ غرض نہیں ہوتی کہ دنیا میں اس کی نیک نامی ہو، لوگ واہ واہ کہیں، تالیاں بجائیں، نعرے لگائیں، دنیوی طور پر اس کی وجاہت ہو جائے یہ نہیں بلکہ موحد کی صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق سراسر خدا تعالیٰ کے اخلاق میں فانی ہو جائیں اور فَنَا فِیْ اَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مقام اسے حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے، اپنی مخلوق کے جو حقوق قائم کئے ہیں صفاتِ باری تعالیٰ کے پرتو کے نیچے آ کر بہتر طریق پر وہ حقوق ادا ہو جائیں اور ہر فرد کی سب قوتیں اور استعدادیں اسی طرح سب اقوام عالم کی قوتیں اور استعدادیں اپنے نشوونما میں اپنے کمال تک پہنچ جائیں۔

پس عبادت کا تیسرا تقاضا یہ تھا کہ تَخَلَّقُ بِاَ خْـلَاقِ اللّٰہِ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ربّ العٰلمین ہوں میں نے اپنی مخلوق پیدا کی ان کے اندر کچھ قوتیں پیدا کیں اور یہ اصول قائم کیا کہ تدریجی ارتقا کے ذریعہ یہ قوتیں اور استعدادیں اپنے نشوونما کے کمال کو پہنچ جائیں۔ اس میں تدریجی ارتقا کے لئے اور دائرہ استعداد کے اندر کمال تک پہنچنے کے لئے جس جس چیز کی ضرورت تھی وہ میں نے پیدا کر دی اگر کسی کو وہ چیز نہیں ملتی تو اس کا حق مارا گیا۔

پھر جو دوسرا اقتصادی تقاضا ہے (ہم اقتصادیات کی بات کر رہے ہیں) وہ یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو نظام اقتصادیات میں جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو یہ جو چرس کا مطالبہ ہے یا یہ جوئے کی کھیلیں ہیں امریکہ ہی میں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ان کے اڈے ہیں۔ پس یہ اقتصادی مطالبہ بڑی بھاری اکثریت کا ہے کہ ہمیں ہماری Entertainment کے لئے، ہمارے نفسوں میں سکون پیدا کرنے کے لئے یہ سامان مہیا ہونے چاہئیں۔ یہ ہیں تو ہلاکت کے سامان

لیکن وہ کہیں گے کہ یہ ہماری کھیلوں کے سامان ہیں یہ ہماری دلچسپی کے سامان ہیں یہ ہمیں ملنے چاہئیں ورنہ ہم مارے گئے ہماری حق تلفی ہوگئی ہے بعض دفعہ باتوں باتوں میں یہ اقوام اس چیز میں بھی مقابلہ کر لیتی ہیں کہ ہم بڑے امیر ہیں ہمارا ایک عام مزدور ہفتہ میں دس بوتلیں شراب کی پیتا ہے اور تمہارا غریب ملک ہے تمہارے مزدور کو صرف چھ بوتلیں شراب کی ملتی ہیں (یہ چھ بھی لعنت اور وہ دس بھی لعنت اسلام کا اقتصادی نظام تو شراب کے ایک قطرہ کا بھی روادار نہیں ہے) پس یہ مطالبہ غلط ہے یہ اطاعت کے اصول کے خلاف ہے۔ پچھلی عالمگیر جنگ میں انہوں نے کتنا گند مچایا تھا۔ حالانکہ یہ اقوام بڑی مہذب کہلاتیں ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے) انہوں نے اپنی فوجیں جب غیر ملکوں میں ظلم اور تعدی کے لئے بھجوائیں تو فوج کے ساتھ کنچنیوں کی فوج بھی جاتی تھی کہ بیچارے اپنی جان دینے کے لئے جا رہے ہیں جو فرصت کے اوقات ملتے ہیں ان میں وہ بدمعاشی کر کے سکون بھی نہ حاصل کریں۔ پس خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اطاعت میری کرنی ہے، غیر اللہ کی اطاعت یا نفس کی خواہشات کی اطاعت نہیں کرنی اور تب ایک حسین معاشرہ اور ایک احسن اقتصادی نظام قائم ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

عبادت حقیقی کا تیسرا تقاضا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ اپنے اخلاق پر چڑھاؤ یہ توحید عملی کو قائم کرنے کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصولاً عقلاً اور اگر کسی کو عرفان حاصل ہو تو عرفاناً یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس عالمین، اس دنیا کا بنیادی پتھر توحید باری تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس کے بغیر انسان نہ اس زندگی میں اور نہ اس زندگی میں کامیاب ہو سکتا ہے اور اطاعت تب ہی ہو سکتی ہے جب تم اپنے اخلاق پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھاؤ گے۔ اگر تمہارے اخلاق پر اللہ تعالیٰ کا رنگ نہیں تو اطاعت کا دعویٰ اور اس بات کا دعویٰ کہ جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے اس کی رضا کے لئے ہم بھی وہی چاہتے ہیں یہ غلط ہوگا۔

میں نے پچھلے خطبات میں بتایا تھا کہ اقتصادی نظام میں بھی ہمیں بنیادی طور پر چار صفات کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں باقی اور صفات بھی اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں مگر یہ چار صفات جو امہات الصفات کہلاتی ہیں اقتصادی نظام میں بھی یہی صفات بنیادی حیثیت کی حامل ہیں یعنی اس میں صرف فروعی صفات جلوہ گر نہیں بلکہ امہات الصفات بھی وہاں جلوہ گر ہیں باقی صفات باری تعالیٰ جن کا انسان سے تعلق ہے وہ ان کے ساتھ مختلف رشتوں سے منسلک ہو کر جلوہ دکھاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیت ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی پہلی صفت بیان کی کہ میں ربّ العالمین ہوں اور ہمیں حکم دیا کہ ظلّی طور پر تمہیں بھی ربّ العالمین بننا پڑے گا اگر تم وہ اقتصادی نظام قائم کرنا چاہتے ہو جو میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔

ربّ کی صفت ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی شخص اچھا ہو یا برا اس کے ارتقا اور اس کی نشوونما کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے ان سے اسے محروم نہیں کیا ابوجہل کو بھی دیا اور اس جیسے دوسروں کو بھی دیا ہر ایک کو دیا وہ جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں نکال رہے ہیں ان کو بھی دیا (اس عطا کا وہ بہت جگہ غلط استعمال کرتے ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا کر دیئے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ مجھے برا بھلا کہنے والے ہیں میرا انکار کرنے والے ہیں اور جو توحید پر قائم ہیں ان کو ہر قسم کا دکھ پہنچانے والے اور ایذا دینے والے ہیں وہ ان باتوں کا خیال نہیں رکھتا ربوبیت عالمین کی صفت برابر جلوہ گر ہو رہی ہے پھر اس ربوبیت کے ساتھ رحمانیت کا تعلق ہے، کیونکہ قوتوں اور استعدادوں کی نشوونما میں ایک وقت انسان پر ایسا بھی آتا ہے کہ بغیر کسی عمل کے احساناً اگر اسے کوئی چیز نہ ملے تو اس کی نشوونما نہیں ہو سکتی موٹی مثال تو بچے کی ہے بچہ پیدا ہوا تو اس نے کیا عمل کیا کون سا حق اس نے اپنے عمل سے قائم کر لیا تھا کہ اس کو ماں کا دودھ ملے کوئی بھی نہیں بچہ پیدا ہوا ہے پہلی چیخ ماری ہے اس کی ماں کو اللہ تعالیٰ دودھ دے دیتا ہے کہ لے اس کو پلا یہ رحمانیت کا جلوہ ہے۔

پس اسلام کے اقتصادی نظام میں ہر اس شخص کی ضرورت کا خیال رکھا گیا ہے کہ جس کی عملی زندگی ابھی شروع ہی نہیں ہوئی کہ اس کو اجرت ملنے کا سوال پیدا ہوا اجرت ملنے کا ابھی سوال پیدا نہیں ہوا۔ ابھی اس نے کوئی کام ہی نہیں کیا مثلاً ایک ذہین طالب علم ہے اقتصادی نظام میں اس کی پڑھائی کا انتظام ہونا چاہئے اس کے ذہن کو ضائع نہیں ہونے دینا چاہئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس کی ذہنی نشوونما کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی وہ میں نے پیدا کر دیئے ہیں۔ اب اے زید، اے بکر، اے فلاں، اے فلاں غاصب اور ظالم بن کر اس کا جو حق ہے وہ مار نہ لینا وہ ذہن بتا رہا ہے کہ اس کے ذہن کی نشوونما کے سامان پیدا کئے گئے ہیں پھر ایک شخص ہے اس کے مسلز (Muscles) اور اعصاب میں بیج کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت رکھی ہے اور وہ دنیا کا چوٹی کا پہلوان بن سکتا ہے پس اگر اس کے اندر رستم پہلوان بننے کی طاقت اور قوت اور استعداد ہے تو اسے رستم پہلوان بننا چاہئے تا وہ اس طرح اسلام کی خدمت کر

سکے۔غرض ربّ العالمین کا یہ اعلان ہے کہ اس قوت اور اس استعداد کو اس کے نشو ونما کے کمال تک پہنچانے کے سامان میں نے اس دنیا میں پیدا کر دیئے ہیں وہ اسے ملنے چاہئیں۔اسی طرح جس کو انجینئر بننے کا دماغ ملا ہے اس کو فلسفہ پڑھا کر اس کے دماغ کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

ہمارے ملک میں بہت سے ذہن اس لئے ضائع ہو جاتے ہیں کہ ان کو ان کا حق نہیں ملتا باپ کو صرف اتنا دیا کہ وہ فلسفی بنا سکے اور بیٹے کو اللہ میاں نے دماغ اتنا دے دیا کہ وہ انجینئر بنے سائنس اور آرٹس کے مضمونوں میں فیسوں کا فرق ہے۔بعض ایسے خاندان بھی ہیں کہ جن کی مالی حالت ایسی ہے کہ وہ اس چھوٹے سے خرچ کو بھی برداشت نہیں کر سکتے باپ کہتا ہے عزیز من دل بھی کرتا ہے کہ تو انجینئر بنے، تو حساب میں سو فیصدی نمبر بھی لیتا ہے لیکن میں کیا کروں میرے پاس فیس کے پیسے نہیں حالانکہ خدا نے کہا تھا کہ اس کی فیس کے پیسے میں نے پیدا کئے ہیں کوئی چور تھا جس نے اس کی فیس کے پیسے چرا لئے اور وہ چور ہمارا غیر اسلامی نظام ہے چاہے وہ کمیونزم کا نظام ہو یا سرمایہ داری کا نظام ہو۔پس اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جس طرح میں ربّ ہوں، میں نے ہر قوت کی نشو ونما کے لئے استعداد پیدا کی اور سامان پیدا کئے ہیں تم اگر میری ظلّیت میں ربّ بنو گے اور اس خلق کا رنگ اپنے اوپر چڑھاؤ گے تب میری عبادت کا حق ادا کر سکو گے اور دنیا میں وہ نظام قائم ہو سکے گا جو میں اقتصادی طور پر قائم کرنا چاہتا ہوں۔

پھر (جیسا کہ میں نے ابھی مثالیں دی ہیں) رحمانیت اور رحیمیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں یہ دعویٰ بھی کیا ہے (جس کو یہ لوگ بھول جاتے ہیں اور پھر اقتصادی ضرورت پوری نہیں ہوتی) کہ مزدور کی مزدوری صحیح طور پر مل جائے تب بھی اس کی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔کیونکہ اس صورت میں تو صرف صفت رحیمیت کے جلوے کافی ہو جاتے کہ جتنا کسی نے کام کیا اتنا اس کو مل گیا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ربّ کا جلوہ، رحمان ہونے کا جلوہ اور مالک ہونے کا جلوہ جو ہے وہ بھی ساتھ ساتھ ہونا چاہئے تب جا کر مزدور کی ضرورت کما حقہ پوری ہوتی ہے اور اسے اس کا پورا حق ملتا ہے۔

مزدور کی ضرورت کیا ہے؟ میرا دعویٰ ہے کہ اسلام کے سوا کوئی اور اس کا صحیح جواب نہیں دے سکتا اس سوال کا جواب کسی بھی ازم نے کسی بھی اقتصادی نظام نے نہ دیا ہے اور نہ دے سکتا ہے اسلام نے اس کا جواب دیا ہے اور اسلام ہی دے سکتا تھا۔

اسلام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہر مزدور ہر فرد بشر کی ضرورت کی تعیین اس کی قوتیں اور

استعدادیں کرتی ہیں۔ پس اس کی قوت اور استعداد کی نشوونما کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے دراصل وہ اس کی ضرورت ہے اور وہی اس کا حق ہے۔ اسلام نے ضرورت کی یہ تعریف کی ہے اور چونکہ بعض Units افراد کے مجموعہ کے ہوتے ہیں اس لئے ہم کہیں گے ہر فرد کو ہر خاندان کو اور ہر قوم کو (کیونکہ بین الاقوامی معاشرہ اور نظام جو ہے اس پر بھی یہ اصول اثر انداز ہوتا ہے) وہ سب کچھ ملنا چاہئے کہ جو اس قوت اور استعداد کے مطابق ہو جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے تا کہ اس کی صحیح نشوونما ہو سکے یہ اس کی ضرورت اور حق ہے اور یہ تعریف آپ کو کہیں اور نہیں ملے گی۔

بہرحال اللہ تعالیٰ رحیمیت کے ماتحت کہتا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میری سچی اور حقیقی عبادت کرو تو تمہاری زندگی میں دوسروں سے سلوک کرتے ہوئے میری رحیمیت کے جلوے میری ظلّیت میں نظر آنے چاہئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مزدور کو جو اجرت پر کام کر رہا ہے (دہاڑی پر ہو یا ہفتہ وار یا مہینہ یا سال کے بعد یا چھ ماہ کے بعد مختلف شکلوں میں دنیا میں اجرتوں کی ادائیگی ہمیں نظر آتی ہے) اسے پوری اجرت ملنی چاہئے بالفاظ دیگر اسلام یہ کہتا ہے کہ تمہاری اقتصادی زندگی میں میری رحیمیت کے جلوے نظر آنے چاہئیں کسی شخص کو اس کی اجرت کے حق سے کم نہ دیا جائے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اس کی ضرورت پھر بھی بہت سے حالات میں پوری نہیں ہوگی باقی ماندہ ضرورتوں کا اللہ تعالیٰ نے علیحدہ انتظام کیا ہے۔ لیکن بہرحال رحیمیت کے جلوے کا یہ تقاضا ہے کہ اجرت کا جتنا کسی کا حق بنتا ہے اس سے کم نہ ملے۔

پھر مالک ہونے کا خُلق ہے۔ انسان حقیقی رنگ میں تو کسی چیز کا مالک نہیں حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی ظلّیت میں اسے مالک بھی بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو کہتا ہے کہ ساری دنیا کی چیزوں کا ہوں تو میں ہی مالک لیکن جس حد تک میں نے تمہیں طاقت دی ہے اس حد تک میری ظلّیت میں مالک ہونے کی صفت اپنے اندر پیدا کرو اور یہ جو تفاوت استعداد کے نتیجہ میں کثرت اموال کی پیدائش ہوتی ہے اس کی صحیح تقسیم مالک ہونے کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ مالک ہے اس کی ظلّیت میں ہم نے جو کچھ لیا ہے ہمیں اپنے اخلاق اور اعمال میں اسی مالک ہونے کا جلوہ نظر آنا چاہئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہے تو میرا (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جائز طریقے سے، حلال طریقے سے تم نے کمایا ہوا ہے) لیکن مالکیت کے جلوے اس کی تقسیم میں نظر آئیں گے ایک صحابیؓ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ ایک لاکھ اونٹ خریدے ایک اور دوست آ گئے انہوں نے کہا اسی قیمت پر میرے

ساتھ سودا کرلو انہوں نے کہا منظور ہے لیکن ایک شرط پر کہ ہر اونٹ کی نکیل مجھے دے دو کہتے ہیں کہ نکیل کی قیمت اس وقت ایک اٹھنی تھی چنانچہ انہوں نے دو منٹ کے اندر پچاس ہزار روپیہ کما لیا بعض لوگوں کے روشن ذہن اس طرح پر کام کرتے ہیں وہ جائز کمائی تھی ہمارے وہ بزرگ صحابی عجیب انسان تھے ویسا ہی ہر انسان کو بننا چاہئے۔ جس وقت وہ پچاس ہزار روپیہ گھر میں لائے تو انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ میں اس کا مالک ہوں انہوں نے سوچا کہ حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اس نے مجھے ایسی عقل دی کہ میں نے ایک دو منٹ کے سودے میں پچاس ہزار روپیہ کما لیا اور اب میں دیکھوں گا خدا تعالیٰ مجھے اس کے متعلق کیا حکم دیتا ہے میں اسے کہاں اور کیسے خرچ کروں یہ وہ طریق ہے جس کے مطابق ہر مسلمان کو خرچ کرنا چاہئے اور اس طرز پر اسلامی مملکت کا منصوبہ بننا چاہئے۔ یعنی مال حلال کمانے کی آزادی اور خرچ کرنے پر اسلامی پابندیاں اور جیسے اسلام کہتا ہے ویسے ہی حقوق کی کما حقہ ادائیگی۔

پس مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں دین کے تیسرے معنی کے لحاظ سے عبادت کا تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ خدا کا رنگ اپنے اوپر چڑھایا جائے۔ اس کی رو سے اسلام کا اقتصادی نظام یہ فرض عائد کرتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی امہات الصفات ہیں مثلاً اس کا ربّ ہونا، رحمٰن کا ہونا، رحیم ہونا اور مالک ہونا، ان کی ظلیت کے طور پر (یعنی بطور ظل کے) یہی صفات ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں ظاہر کرنی چاہئیں اور اسی طرح اقتصادی زندگی میں بھی۔ کیونکہ وہ بھی ہماری زندگی کا ایک حصہ ہے اس کو باہر نہیں رکھا جا سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق بڑے زور سے اپنی جماعت کو یہ نصیحت بھی فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

”جو شخص .... ہماری جماعت میں داخل ہو جائے اس کا پہلا فرض یہی ہے کہ...... یہی چاروں صفتیں (سورۂ فاتحہ والی) اپنے اندر بھی قائم کرے۔ ورنہ وہ اس دعا میں کہ اسی سورۃ میں پنجوقت اپنی نماز میں کہتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ یعنی اے ان چار صفتوں والے اللہ میں تیرا ہی پرستار ہوں اور تو ہی مجھے پسند آیا ہے سراسر جھوٹا ہے کیونکہ خدا کی ربوبیت یعنی نوع انسان اور نیز غیر انسان کا مربی بننا اور ادنیٰ سے ادنیٰ جانور کو بھی اپنی مربیانہ سیرت سے بے بہرہ نہ رکھنا یہ ایک ایسا امر ہے کہ اگر ایک خدا کی عبادت کا دعویٰ کرنے والا خدا کی اس صفت کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کو پسند کرتا ہے یہاں تک کہ کمال محبت سے اس الٰہی سیرت کا

پرستار بن جاتا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ آپ بھی اس صفت اور سیرت کو اپنے اندر حاصل کر لے تا اپنے محبّ کے رنگ میں آ جائے۔

ایسا ہی خدا کی رحمانیت یعنی بغیر عوض کسی خدمت کے مخلوق پر رحم کرنا یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ سچا عابد جس کو یہ دعویٰ ہے کہ میں خدا کے نقش قدم پر چلتا ہوں ضرور یہ خُلق بھی اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔

ایسا ہی خدا کی رحیمیت یعنی کسی کے نیک کام میں اس کام کی تکمیل کے لئے مدد کرنا۔ یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ سچا عابد جو خدائی صفات کا عاشق ہے اس صفت کو اپنے اندر حاصل کرتا ہے۔ ایسا ہی خدا کا انصاف جس نے ہر ایک حکم عدالت کے تقاضا سے دیا ہے نہ نفس کے جوش سے، یہ بھی ایک ایسی صفت ہے کہ سچا عابد کہ جو تمام الٰہی صفات اپنے اندر لینا چاہتا ہے اس صفت کو چھوڑ نہیں سکتا اور راستباز کی خود بھاری نشانی یہی ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کے لئے ان چار صفتوں کو پسند کرتا ہے ایسا ہی اپنے نفس کے لئے بھی یہی پسند کرے۔‘‘

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۱۸، ۵۱۹)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کی تفسیر کرتے ہوئے ’’اعجاز المسیح‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ عربی میں ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

’’اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ کسی بندہ کے لئے ممکن نہیں کہ اس وَاحِدَہٗ لَاشَرِیۡک کی بارگاہ سے توفیق پانے کے بغیر عبادت کا حق ادا کرے اور عبادت کی فروغ میں یہ بھی ہے کہ تم اس شخص سے بھی جو تم سے دشمنی رکھتا ہو ایسی ہی محبت کرو جس طرح اپنے آپ سے اور اپنے بیٹوں سے کرتے ہو اور یہ کہ تم دوسروں کی لغزشوں سے درگزر کرنے والے اور ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کرنے والے بنو اور نیک دل اور پاک نفس ہو کر پرہیزگاروں والی صاف اور پاکیزہ زندگی گزارو اور تم بری عادتوں سے پاک ہو کر باوفا اور باصفا زندگی بسر کرو اور یہ کہ خلق اللہ کے لئے بلاتکلف اور بلاتصنع یعنی نباتات کی مانند نفع رساں وجود بن جاؤ اور یہ کہ تم اپنے کبر سے اپنے کسی چھوٹے بھائی کو دکھ نہ دو اور نہ کسی قول اور بات سے اس کے دل کو زخمی کرو۔ بلکہ تم پر واجب ہے کہ اپنے ناراض بھائی کو خاکساری سے جواب دو اور اسے

مخاطب کرنے میں اس کی تحقیر نہ کرو اور مرنے سے پہلے مر جاؤ اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر لو اور جو کوئی تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرو خواہ وہ بوسیدہ کپڑوں میں ہو نہ کہ نئے جوڑوں اور عمدہ لباس میں۔ اور تم ہر شخص کو السلام علیکم کہو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو اور انسان کی غم خواری کے لئے ہر دم تیار کھڑے رہو۔‘‘

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹)

عبادت کے مختلف تقاضوں کی طرف جماعت کو نصیحت کے رنگ میں متوجہ فرمایا ہے۔

بہر حال اس وقت میں یہ مضمون بیان کر رہا ہوں کہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جو اقتصادی نظام دنیا میں وہ قائم کرتا ہے کوئی دوسرا اقتصادی نظام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اس کی دلیل دیتے ہوئے اس کی خوبیوں اور اس کے حسن کو اس طرح اجاگر کیا ہے کہ دیکھو! ہمارا قائم کردہ اقتصادی نظام ان خوبیوں کا، اس حسن کا ان احسانوں کا حامل ہے۔ یہ باتیں تم دوسرے نظاموں میں بھی تو دکھاؤ۔ اگر ہم اقتصادی مسائل کا اور دنیا نے ان کے جو حل پیش کئے ہیں۔ حقوق اگر دیئے ہیں تو وہ اور اگر غصب کئے ہیں تو وہ اس لحاظ سے دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ساری دنیا میں ہمیں اس قدر بھیانک ظلم پھیلا ہوا نظر آتا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں جب بھی مسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کی اور اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھا۔ اس نے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا کہ غیر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ان کو فائدہ مل رہا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں ربّ العالمین ہوں۔ میں نے دنیا کو سمجھانے کے لئے ایک مثال بھی دی یعنی خدا تعالیٰ نے کہا میں ابو جہل کو کھانا دیتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرا بندہ محمد (ﷺ) میری صفات کا کامل رنگ اپنی صفات پر رکھتا ہے اچھا میں قحط پیدا کر دیتا ہوں پھر دیکھو جو بندہ میرے رنگ میں رنگین ہے وہ تمہیں کھانے کو دیتا ہے یا نہیں اگر وہ کھانے کو دیتا ہے تو ثابت ہوا کہ میں ہی تمہیں کھانے کو دے رہا تھا اگر وہ نہ دے تو پھر تمہارا اعتراض صحیح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کھانے کو نہیں دے رہا تھا بلکہ بت دے رہے تھے ایک انتہائی سخت قحط پیدا کر دیا اور اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے گردنیں اکڑا کے چلنے والوں اور سارے عرب میں یہ اعلان کرنے والوں کی کہ ہم تلواروں سے اسلام کو نیست و نابود کر دیں گے گردنیں جھکا دیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مانگا کہ ہم بھوکے مر رہے ہیں کھانے کو دو۔ اس وقت آپ کا عمل اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک جلوہ تھا اور وہ جلوہ اس رنگ میں

نظر آیا کہ آپؐ نے ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔اس سے ثابت ہوا کہ اصل حقیقت توحید باری تعالیٰ ہے وہی کھانا دے رہا تھا لیکن بت پرست کہتے تھے کہ نہیں ہمارے بت دے رہے ہیں۔خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری توحید کو قائم کرنے والا ،میری صفات کے جلوے دکھانے والا اور میرے اخلاق کے رنگ میں دنیا کے اخلاق کی تربیت کرنے والا ہے اس کا ایک جلوہ تمہیں دکھا دیتے ہیں اور ہر عقلمند سمجھ جائے گا کہ جب ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کو مل رہا تھا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہا تھا وہی ربّ العالمین ہے۔

غرض اسلام نے اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد سب سے پہلے ربوبیت عالمین پر رکھ کر ہر انسان کو ہر مخلوق کو اسلام کی تعلیم کے زیر احسان کر دیا پھر حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہے۔دنیا کے دباؤ تم پر پڑیں گے تم نے جرأت سے ان کا مقابلہ کرنا ہے اور ہر حالت میں فنا فی اخلاق اللہ کے مقام کے حصول کے لئے مجاہدہ کرنا ہے۔پس ہر چیز جو ہمیں نظر آتی ہے وہ خدا تعالیٰ کے کسی نہ کسی حکم کو پورا کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے حقوق کی ادائیگی کے لئے پیدا کی گئی ہے مثلاً یہ حکم ہے کہ تیرا ہمسایہ بھوکا نہ رہے۔ایک شخص کو زیادہ دیا ہے گھر میں جو دانہ ہے اس کا ایک حصہ وہ ہے کہ جس سے خدا کا حکم پورا کرنا ہے یا یہ حکم ہے کہ اپنے بچے کو اس کے ذہن کے مطابق تعلیم دلواؤ کئی ظالم ماں باپ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی مالی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اگر وہ تھوڑی سی قربانی کریں تو وہ بچے کو پڑھا سکتے ہیں لیکن وہ قربانی نہیں کرتے اور کہہ دیتے ہیں کہ رات کو کلب جانے کا خرچ برداشت کریں یا بچے کو پڑھائیں وہ کہتے ہیں نہیں جی ہم کلب کا خرچ کریں گے بچہ بے شک پڑھے یا نہ پڑھے۔چنانچہ بعض ماں باپ میٹرک یا ایف اے یا بی اے بی ایس سی کے بعد بچوں کی پڑھائی چھڑوا دیتے ہیں کہ اگر ایف ایس سی یا بی ایس سی کرے گا تو میڈیکل کالج میں جائے گا زیادہ خرچ ہوگا یا کہتے ہیں کہ ایم اے پر رک جا حالانکہ اس کا دماغ کہیں زیادہ ترقی کر سکتا تھا لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم آگے نہیں پڑھائیں گے کیونکہ ان کی عیش و عشرت کی زندگی پر یہ پڑھائی اثر انداز ہوتی ہے۔

غرض ہر مخلوق، ہر چیز جو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ اپنے کسی حکم کے پورا کرنے کے لئے ہے اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ ہر دانے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ کس کے پیٹ میں جانا ہے۔ہم مسلمان احمدیوں کو حقائق اشیاء کے علم کے حصول کے لئے گہری فکر کی عادت ڈالنی چاہئے یہ محض فلسفہ نہیں ہے ایک حقیقت

ہے۔ پس ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے کسی نہ کسی حکم کی بجا آوری کے لئے پیدا کی ہے اور اس کا جو استعمال ادائیگی حق میں نہیں ہوتا وہ غلط استعمال ہے۔ خدا کے غضب کا مورد بن جاتا ہے۔ یہ کہنے والے کہ ہمارے مزدور زیادہ شراب پیتے ہیں زیادہ سینما دیکھ سکتے ہیں۔ ایک دن میں کسی کے پاس تین تین دفعہ سینما دیکھنے کے پیسے ہوتے ہیں یا وہ عیاشی اور بدمعاشی اور بداخلاقی میں اپنا پیسہ دوسروں کی نسبت زیادہ خرچ کر سکتے ہیں یہ ہم سنتے چلے آئے ہیں اب وہی قومیں تباہی کے گڑھے پر کھڑی ہیں انہیں نظر آ رہا ہے کہ وہ تباہ ہو گئے ہیں اور ہمارے جو چھوٹے بچے ہیں (خدا کرے بڑوں کو بھی اتنی زندگی عطا ہو) انہیں یہ نظارہ نظر آ جائے گا کہ وہ قومیں تباہ ہو گئیں جو ساری دنیا کو اپنا غلام بنانے لگی تھیں۔ اسلام نے کہا کہ غلام صرف ایک کا بننا ہے کسی غیر کی غلامی نہیں ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام غیر کی غلامی سے چھڑوانے والا ہے اور خدائے واحد و یگانہ کی غلامی جو نہایت اچھی غلامی ہے اور خوشحال غلامی ہے اور مسرتوں اور خوشیوں سے لبریز غلامی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس غلامی کی زندگی، اس اطاعت کی زندگی میں باندھ دیا ہے۔ اگر وہ سمجھے اور عقل سے کام لے۔

غرض اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد ان چار صفات پر ہے اور سارا اقتصادی نظام اس پر چل رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے صرف اسلام ہی نے فرد اور خاندان اور قوم کی ضرورت کی تعیین اور تعریف کی ہے اور اس کو محدود کیا ہے اور اس سے زائد کے جو مطالبے ہیں اسلام ان کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ ایک شخص جس کو میٹرک تک پڑھنے کا ذہن دیا ہے اگر صحیح اسلامی حکومت ہو تو اگرچہ وہ امیر گھرانہ ہی میں کیوں نہ پیدا ہوا ہو اسے میٹرک کے بعد گیارھویں میں داخلہ نہ ملے گا اس کا دماغ ہی نہیں ہے یہ نظام سارے کا سارا منصوبہ بندی پر قائم ہے اور اس کے بغیر چل نہیں سکتا اور بڑا تفصیلی جائزہ لینا پڑے گا۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ اپنی طاقت اور حالات کے مطابق جائزہ لے لیتے تھے وہ کافی تھا اب دنیا کے حالات بدل گئے۔ جب بھی یہ اقتصادی نظام قائم ہوا اس کی بنیاد بہت زیادہ Statistics پر ہوگی۔ تب ساری ضرورتوں کی تعیین ہوگی۔ ہر بچے کے ٹسٹ ہونگے کہ کہاں تک اس کا دماغ ترقی کر سکتا ہے اور کن کن Lines پر یہ چل سکتا ہے پھر ان Lines پر ان کو چلایا جائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قانون چل رہا ہے کہ ایک چنگا بھلا انسان ۴۰، ۴۵ سال کی عمر میں بعض دفعہ وفات پا جاتا ہے۔ بعض بچے صحت مند ہوتے ہوئے چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں یہ اس کا اور قانون چل رہا ہے

غرض اس قسم کے بھی ذہین بچے ہونگے جو اپنی ذہانت کو کمال تک نہیں پہنچا سکیں گے۔ لیکن وہ بچہ جس کو اللہ تعالیٰ زندگی دے گا اس کو اسلام کا اقتصادی نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے توفیق بھی دے گا کہ وہ اپنی ذہنی قوتوں کو اجاگر کرتا چلا جائے اور ان کی نشوونما اس کے کمال تک پہنچ جائے اور اسلام نے ہر شخص اور ہر خاندان کی ضرورت کی تعریف یہ کی ہے کہ میں ربّ العالمین ہونے کی حیثیت میں جو قوتیں اور استعدادیں پیدا کرتا ہوں ساتھ ان کے سامان بھی پیدا کرتا ہوں اس واسطے ہر فرد اور ہر خاندان اور ہر قوم کی قوتوں اور استعدادوں کو انتہائی کمال تک نشوونما کے ادوار میں سے گزارتے ہوئے پہنچانے والی ضرورت وہ ضرورت ہے جو ہر فرد کی ضرورت اور ہر خاندان کی ضرورت اور ہر بچے کی ضرورت اور ہر بڑے کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے مطابق اس سے سلوک کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا تھا رحمانیت کے بڑے حسین جلوے نظر آتے ہیں آپ کو چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال ہوتا تھا حالانکہ ابھی ان کا عمل تو شروع نہیں ہوا تھا نہ اسلام کے حق میں ان کی قربانیاں تھیں پھر مالک ہونے کا جلوہ کہ قربانی باپ نے دی اور آگے صلہ بچوں کو مل گیا یہ مالک ہی کر سکتا ہے نا! یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہی کر سکتا ہے نا! خدا کی امانت تھی وہی حقیقی مالک ہے اور اسی نے کہا کہ میں یہ اصول وضع کرتا ہوں اس کے مطابق تم خرچ کیا کرو۔ اس میں غیر بھی شامل ہے اور تمہارے نفس کا بھی حق ہے اس سے کم اگر کوئی تمہیں دینا چاہے تو ظالم ہے۔ جیسا کہ روس میں کمیونزم نے امیروں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا یہ اتنا ہی ظلم ہے جتنا غریب کو اس کے حقوق سے محروم کرنا ظلم ہے ان دو ظلموں میں کوئی فرق نہیں۔ جو ایک امیر کا حق ہے بحیثیت انسان کے، بحیثیت ربّ العالمین کی ایک مخلوق کے بحیثیت ان قوتوں اور استعدادوں کے جو اسے ربّ العالمین نے دی ہیں۔ اس کا جو حق ہے وہ اس کو ملنا چاہئے۔ چاہے کوئی امیر گھرانے میں پیدا ہوا اور چاہے کوئی غریب گھرانے میں پیدا ہو لیکن کوئی ''ازم'' تو غریب کی پروا نہیں کرتا اور کوئی ''ازم'' امیر کی پروا نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ازم اللہ تعالیٰ کی عطا کے ایک حصہ کو ٹھکراتا اور کفرانِ نعمت کرتا ہے لیکن اسلام کا اقتصادی نظام اللہ تعالیٰ کی ہر عطا سے صحیح فائدہ اُٹھاتا اور شکرانِ نعمت کرنے والا ہے خدا کرے کہ ہم اس کے شکرگزار بندے بنیں۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۶؍ اگست ۱۹۶۹ء صفحہ ۳ تا ۱۰)